اصلاح معاشرہ میں اتحاد بین المذاہب کے کردار کا تحقیقی جائزہ

A Research Analysis of the Role of Interfaith Harmony in Social Reform

Aainy Syed
Mphil Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah,
Muslim youth University, Islamabad
Email: aainysyed9020@gmail.com
Dr. Najmuddin Kokab Hashmi
Assistant Professor, Institute of Islamic Studies and Sharia,
Muslim youth University, Islamabad
Email: najmuddin@myu.edu.pk

Abstract

Islamic society has always sought peace. Islam is a religion of general peace and prosperity, forbidding oppression even in war. From the biography of the Prophet ﷺ, there is a practical model in the form of war commands, from the commands not to kill elders, women and children, not to burn settlements, not to cut trees, not to damage standing crops, etc. There are clear examples of behavior.

A peaceful society means a state where life is going on normally without any violent conflicts. In this state, all members of the society enjoy equality and protection in social, economic, and political rights, which are the salient features of an Islamic society. After the Prophet's mission, when the conditions were not favorable for the formation of an Islamic society in Makkah, migration was ordered and Yathrib, where the followers of the divine religion, i.e. Jews and polytheists who had not yet become Muslims, were settled. After attaining the honor of Madinah-ul-Nabi, the Prophet ﷺ presented the first practical example of inter-faith harmony in this region in the form of the Treaty of Madinah. And then continued to fulfill this covenant with all its term .But when any tribe of Jews broke the agreement, in the light of the investigation, only that tribe was punished and not all the tribes involved in the agreement, because in Islam, the punishment is given to the one who is found guilty not an innocent. Islamic teachings are based on the exhortation to lead a peaceful life, pay the rights of others, avoid temptation and evil, and fulfill agreements. Today, despite the modern development that has reached its peak, human society is facing the problem of political, social, and economic unrest. Once again, the creation of a peaceful society has become the need of the hour.

Keywords: Islamic Society and Peace, Teachings of Islam on War Ethics, Prophet's ﷺ Practical Model, Interfaith Harmony, Treaty of Madinah, Equality in Islamic Society, Fulfillment of Agreements, Peaceful Coexistence, Modern Social and Political Unrest
Role of Islam in Creating a Peaceful Society

موضوع کا تعارف

آج دنیا میں موجود ہر معاشرہ جیسے مغربی معاشرہ، مشرقی معاشرہ، ہندوستانی معاشرہ اور پاکستانی معاشرہ وغیرہ میں ایک سے زائد مذاہب کے پیروکار ہیں، لیکن کسی ایک مذہب کی اکثریت کی بنا پر وہاں اسی کے عقیدے کے مطابق نظام رائج ہے۔ یہی حال ہمارے معاشرے کا بھی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کا آئین تو اسلامی اصولوں کے مطابق ہے مگر یہ آئین فعال نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے ہمارے معاشرے کے بگاڑ کی جہاں عملی نظام الہامی یعنی دینی نظام سے متصادم ہے۔ وہ دینی نظام جو اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق، ان کی جان و مال کی حفاظت کو لازم قرار دیتا ہے، جو انسان کو انسان کے احترام کا حکم دیتا ہے، جو ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔ لہٰذا اس معاشرے کی اصلاح کا واحد حل اسلامی نظام قانون کو نافذ کرنا ہے۔

کلیدی کلمات: ،الہامی، دینی نظام، اسلامی معاشرہ، بین مذاہب، اتحاد، آئین کا نفاذ

موضوع کی ضرورت و اہمیت:

اس وقت ہمارے ملک و معاشرے کی بقا اور اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے تمام مذاہب متحد ہو کر کوشش کریں کیونکہ اسلام تمام مذاہب کو عملی طور پر ان کے حقوق اور جان و مال کا تحفظ دیتا ہے۔ معاشرہ ایک انسانی جسم کی طرح ہے۔ جس طرح انسانی اعضا ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں اسی طرح معاشرے کا نظام اس کے تمام اداروں اور گروہوں کے اتحاد پر منحصر ہے اور اسی اتحاد و اتفاق کی وجہ سے کہ معاشرے کے مسائل اجتماعی لگتے ہیں اور پھر سب مل کر اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یوں معاشرہ اصلاح کی راہ پر گامزن ہو کر ترقی کرتا ہے۔

سابقہ تحقیقی کام:

1- اصلاحِ معاشرہ کا نبویؐ طریقہ کار (تحقیقی جائزہ)[1]

2 - اصلاح و تعمیرِ معاشرہ کا نبویؐ طریق [2]

3- بین المذاہب ہم آہنگی سیرت طیبہ کے تناظر میں (تجزیاتی مطالعہ) [3]

سابقہ تحقیقی کام کا تجزیہ

اس موضوع پر سابقہ تحقیقاتی مقالوں میں جو کام دیکھنے کو ملا ہے ان میں موضوع کی جو تصویر کشی کی گئی ہے اس میں کچھ دھندلاہٹ ہے وہ ایسے کہ کچھ مذہبی فرقے کی یہ ذمہ داری گردانتے ہیں کہ وہ فرقہ پرستی چھوڑ دے، کچھ سماجی اداروں سے معاشرے کی اصلاح کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔ کچھ اس بات کو اسکا حل سمجھتے ہیں کہ تمام مذاہب آپس میں مل بیٹھ کر بات چیت سے افہام و تفہیم کرے۔ میری نظر میں انسان کی ذات سے لے کر معاشرے اور ریاست تک تمام داخلی اور خارجی مسائل کا حل صرف اللہ کا قانون اور اس قانون کی عملی صورت یعنی سیرت و سنت نبی ﷺ کے ریاستی سطح پر نفاذ سے ہی ممکن ہے۔ اگر ہم میں سے ہر کوئی اسے اپنی ذات پر نافذ کر لیں تو نہ تو کسی کو اپنے حق کے لیے لڑنے کی ضرورت پڑے گی نہ فرائض کی آدائیگی میں کھوتاہی ہو گی۔ اور یوں معاشرے کی اصلاح بھی ہو جائے گی۔

اسلوب و منہج تحقیق:

۔اس مقالے کا دائرہ تحقیق پاکستانی معاشرہ ہے۔

۔اسلامی شریعت کے نفاذ کی اہمیت اور اثرات کو سمجھنے کے لیے سیرت نبی ﷺ سے استفادہ۔

۔اسلام کے شریعی قانون میں ذمیوں یعنی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو سمجھنے کے لیے سیرت نبی ﷺ اور دور خلافت سے مثالیں۔

اصلاحِ معاشرہ کا تعارف:

اصلاح معاشرہ یعنی معاشرہ سازی دو الفاظ کا مجموعہ ہے "اصلاح" اور "معاشرہ" موضوع پر گفتگو سے پہلے ان الفاظ کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

اصلاح کی لغوی تحقیق: لفظ اصلاح عربی زبان کا لفظ ہے اس کا مادہ ص، ل، ح ہے اور باب افعال سے یہ افعل یفعلا افعالا کے وزن پر اصلح یصلح اصلاحا بنتا ہے۔ جیسے کہا جائے:

"اصلح فی عملہ او امرہ: ٹھیک کرنا، معاملہ درست کرنا" (4)

اصلاح کیا اصطلاحی بحث: لوگوں کو فکر اور عمل کے فساد سے نکال کر مثبت سوچ اور قوت عمل کو بیدار کرنا۔ جیسے:

" أَصْلَحَ الشَّيْءَ بَعْدَ فَسَادِهِ: یعنی خراب چیز کو درست کیا"(5)

معاشرہ کی لغوی تحقیق:

"مَعْشَرٌ: ایک طرز کے لوگ جماعت جس کے مشاغل واحوال ایک جیسے ہوں" (6)

"عَاشَرَ- عَاشِرُ -مُعَاشَرَۃً: کسی کے ساتھ مل جل کر رہنا، ساتھ زندگی گزارنا "(7)

معاشرہ کی اصطلاحی بحث:

1- لوگوں کا ایک گروہ جو کسی خاص ثقافت کی پیروی کرتا ہے اسے معاشرہ کہا جاتا ہے

2- معاشرے سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور مشترکہ اقدار، عقائد اور ثقافت رکھتے ہیں۔

معاشرہ کی تعریفات میں سے ایک تعریف یہ ہے کہ "افراد کا ایسا گروہ جو اس اصول پر آپس میں رہائش پزیر ہوں کہ ان کے مفادات مشترک ہوں" معاشرے کی اس تعریف کے مطابق ان کا یہ تعلق ایک ہی قوم یا ایک ہی مذہب سے ہونا لازم نہیں۔ گروہی زندگی اختیار کرنا انسان کی جبلت میں ہے اور اسی گروہی زندگی کے نتیجہ میں معاشرہ وجود میں آیا۔ انسان نے ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے کی ضرورت محسوس کی۔

معاشرے میں موجود افراد ایک نظام کا حصہ ہوتے ہیں۔ اس نظام میں اونچ نیچ کی تقسیم، افراد کو اختیارات کا حصول، لوگوں کو حاصل آزادی اور پابندی کے بارے میں رضامندانہ طور پر فیصلے ہوتے ہیں۔ انسانی معاشرے کو اس وقت تک ایک اچھا معاشرہ نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ اس کے ہر فرد کو مساوی حقوق میسر نہ ہوں۔

یہاں کچھ سوال پیدا ہوتے ہیں کہ انسان کے حقوق کا تعین کون کرے گا؟ اور معاشرے میں موجود سب انسانوں کو مساوی حقوق دینے کے اصول اور ضوابط کیا ہوں گے ؟ اور یہ اصول کون بنائے گا؟

مندرجہ بالا سوالات کا جواب یوں ہو سکتا ہے کہ: ہر ہر انسان کے حقوق کا تعین وہ کر سکتا ہے جسے ہر انسان کی ضروریات کا کامل علم ہو، پھر مساوات کے لیے اصول وہی وضع کر سکتا ہے جو کامل حکمت والا ہو، عادل اور غیر جانب دار ہو، اور تمام اسباب پر کامل قدرت رکھنے والا ہو کہ جس کا فیصلہ حرف اخر ہو۔ یہ سب صفات صرف خالق حقیقی ہی کی ہیں تو عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اسی کو حاکم اور قانون ساز مانا جائے۔ کیوں کہ صرف خالق ہی جانتا ہے کہ اس کی کس مخلوق کی کیا ضرورت ہے، اس کی ضرورت کب، کیسے اور کتنی پوری کرنی ہے ؟ کہ وہ کسی دوسرے مخلوق کی ضرورت کے حصول کے لیے روکاوٹ نہ بنے۔

اس زمین پر بسنے والے تمام انسان چاہے وہ کسی بھی مذہب سے ہوں ازل سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والی اور اس کا نظام چلانے والی کوئی ہستی ہے اور وہ یقینا کوئی انسان نہیں ہے۔ خالق نے انسان کو

اس زمین پر اتارا تو اس کے ساتھ اس کو اس زمین سے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً الہامی احکام یعنی اصول و قواعد بھی فراہم کیے۔ یوں الہامی مذاہب پے کے بعد دیگرے انسانی معاشروں کی بنیاد پڑتی رہی۔ مگر جیسے جیسے لوگوں میں اختلافات پیدا ہوتے گئے اور رسوم ورواجوں کی بنیاد پڑتی گئی نئے نئے مذاہب وجود میں آتے گئے، اور ان معاشروں میں خالق کے دیے ہوئے اصولوں و قوانین کو انسانوں نے اپنی خواہشات کے مطابق اس طرح توڑا مروڑا کہ ان کی صورت ہی مسخ ہو گئی ۔اور اب وہ تحریف شدہ قوانین معاشرے کے سب افراد کے لیے بلکل مئوثر نہیں۔ وہ معاشرے جن میں ابھی بھی الہامی قوانین کی کچھ رمک باقی ہے وہاں انسانی ضروریات کو اس حد تک اہمیت و فوقیت دی گئی کہ ان کی ہاں خالق و مالک کے وجود کا تصور ہی غیر فعال ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ان معاشروں کے لوگ غیر متوازن زندگی گزار رہے ہیں۔ انسانی زندگی اسی صورت میں متوازن گزر سکتی ہے کہ جب خالق و مالک حقیقی کی معرفت کے ساتھ اس کے بھیجے گئے قوانین پر عمل درامد ہو۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات دیتا ہے جس میں مشترکہ بنیادی ضروریات زندگی سے اگے بڑھ کر بھائی چارے اور فلاح و بہبود کا پورا نظام کار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا أَنْزَلْنَا الَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللهُ "[8]

بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ قرآن بھیجا ہے واقع کے موافق ہتا کہ آپ اس کے مطابق فیصلہ کریں

'' وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" [9]

اور جو لوگ اللہ کے بتائے ہوئے احکام و قوانین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

ان آیاتِ کریمہ کی روشنی میں اوپر بیان کردہ موقف کی تائید ہو رہی ہے کہ شارع اور قانون ساز صرف اللہ کو مانا جائے اور نبی کریم ﷺ کو نافذ شریعت و قانون تسلیم کر کے ان کے مقرر کردہ احکام کو نافذ کیا جائے۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ ظلم ہو گا اور ظلم کسی بھی معاشرے میں فساد کی بنیاد بنتا ہے۔ اسلام کے اس واضح اور روشن نقطہ نظر کا اعتراف کیے بنا مستشرقین بھی نہ رہ سکے، مثلا:

1- **کولسن:** ''اقرار کرتا ہے کہ اسلام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد قانون ساز ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں اسی کے احکام کا غلبہ ہے۔''[10]

2 - **فیز جیرالڈ** ''**:اسلام اللہ تعالیٰ** کو واحد قانون ساز و صاحبِ تشریع قرار دیتا ہے اور اس سلسلہ میں کس کو بھی اس کا شریک نہیں گردانتا''[11]

3 - گوائے ٹائن :دقیق قانونی معاملات میں بھی دین سے مربوط ہیں؛ بلکہ وہ وحی الٰہی کا ناقابل تقسیم حصہ ہیں، شریعت ایسے عصری تقاضوں کا مجموعہ نہیں ہے جو قرآن اور نبی... کے بعد مرتب ہوئے ہوں؛ بلکہ اسلامی معاشرہ میں ان کا باضابطہ نفاذ خود رسول اللہ ... نے اپنی زندگی میں کیا۔"[12]

اصلاح اور معاشرہ کی اصطلاحات کو سمجھنے اور اصلاح معاشرہ کے قوانین کے بنیادی ماخذ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو جاننے کے بعد اب ہم ان قوانین کے عملی نفاذ کی صورت میں پیش کیے گئے مثالی معاشرے کے خدوخال کا جائزہ لیتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کی خصوصیات قرآن وسنت کی روشنی میں

اسلامی معاشرہ کی اہم خصوصیات عقائد، عبادات، معاملات ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ کسی کے سلسلے میں غفلت ہوئی تو معاشرہ متاثر ہوگا، دنیاوآخرت کی فلاح سے محروم ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسلامی عقائد توحید ورسالت اور آخرت پر مشتمل ہیں۔ ان کے متعلق قرآن واحادیث میں تفہیم کی گئی ہے، اللہ اور بندے کا تعلق، معاشرہ کی بنیادی اساس ہے۔ اسلامی معاشرہ کی چند امتیازی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

وحدانیتِ الٰہ:

اسلام اپنے پیروکاروں کو واحد و لا شریک الہ کا تصور دیتا ہے جو اپنی ذات میں یکتا، بے نیاز اور اپنے تمام اوصاف جلال وجمال سے متصف ہے۔ جس کی اطاعت انسان کو تمام باطل معبودوں کی پرستش سے بے نیاز کر کے اسے شرف وخلافت کا مستحق بناتا ہے۔ اور اس کی نافرمانی دونوں جہانوں کی ذلت اور رسوائی کے گھڑے میں دھکیل دیتی ہے۔ ایسا ہی الہامی مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ہوا، کہ انھوں نے الہامی قوانین کو اپنی نفسانی خواہشات اور دنیوی بڑھائی کے حصول کے خلاف پا کر ناقابل عمل سمجھ کر پس پشت ڈال دیا اور وحدت رب کے اس تصور کو بھول کر شرک اور گمراہی میں پڑ گئے۔ اور غیر فطری او غیر منصفانہ قوانین وضع کر کے معاشروں کے بگاڑ کا سبب بنے۔ قرآن میں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتے ہیں:

"رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ"[13]

تمہارا معبود بس ایک ہی ہے وہ جو زمین وآسمانوں کا اور ان تمام چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمانوں میں ہیں اور سارے مشرقوں کا مالک.

" قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ"[14]

کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔

وحدتِ انسان:

اسلامی تعلیمات کی رو سے تخلیق ادم کے بعد ان سے نوع انسانی کے اغاز کی اصل، ان کا طریق پیدائش اور مادہء تخلیق ایک ہی ہے، اسلام کا یہ امتیازی وصف ہے کہ دنیوی قوانین اور معاملات میں تمام انسان برابر ہیں، البتہ اخروی انعامات اور دراجات کا دار و مدار تقویٰ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کے معیار پر ہے اسلام میں رنگ و نسل ،زبان، وطن و قومیت کا تعصب معاشرے میں فساد کا موجب ہے جس کے ہم عینی شاہد بلکہ متاثرین ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ"[15]

لوگو، ہم نے تم کو ایک مرداور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

انسانوں میں برابری کی عملی صورت نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں خوشگوار اسلامی معاشرہ کو تشکیل دے کر پیش کی۔ فتح مکہ کے موقع پر طواف کعبہ کے بعد اور پھر حجۃ الوداع کے موقع پر خاندانی وآبائی تفاخر و امتیاز کی بیخ کنی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے تقریر فرمائی اس میں فرمایا:

" شکر ہے اس خدا کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا۔ لوگو، تمام انسان بس دو ہی حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک، نیک اور پرہیزگار، جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے۔ دوسرا فاجر اور شقی، جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے، سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا"۔

"تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ لوگ اپنے آباؤاجداد پر فخر کرنا چھوڑیں ورنہ وہ اللہ کی نگاہ میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے"۔

یوں دین اسلام نے خاندانی نسب اور رنگ و نسل کے امتیازات کے بت کو توڑ کر انسانیت کو ایک امت واحدہ بننے کی تعلیم دی ہے۔ امت وہ جو ایک جسم کی مانند ہو جس کا ہر حصہ قابل عزت اور محترم ہو اور اسے اپنے ہر حصہ سے محبت ہو۔ قبائل و اقوام میں تقسیم ہونا فطرت کے منافی نہیں اگر اس کا مقصد اللہ کے امر کے مطابق باہمی تعارف اور زندگی کے معاملات اور دیگر ذمہ داریوں کی ادائیگی میں باہمی تعاون کی فطری صورت قائم کرنا ہو۔

تکریم بنی آدم:

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب دیا اس لیے کہ انسان: نفخ روح ربانی ہے، مسجود ملائکہ ہے، خلیفہ فی الارض ہے، متحمل شریعت ہے، محبوب رب، خلیل اللہ، کلیم اللہ، ذبیح اللہ، بنی ادم ہی سے تھے، انبیأکا ظہور صرف انسانوں میں ہی رہا، اللہ نے انسان کو اپنے علم میں سے علم عطا کیا، دیگر مخلوقات کی پیدائش انتفاع انسانی کے سبب ہے، تمام مخلوقات میں صرف انسان ہی بشری تقاضوں کے باوجود بندگی کا حق ادا کرتا ہے، معراج کا مستحق بھی صرف انسان ہی ٹھہرا کہ جس مقام سے اگے جبرئیل کو اجازت نہیں تھی وہاں رب کریم نے اپنے محبوب بشر کو خوش امدید کہا، غرض یہ کہ یہ دنیاانسان ہی کے لیے بنائی گئی اور قیامت بھی اسی کو اجر دینے کے لیے برپا کی جائے گی، جنت بھی اسی کے لیے سجائی جاتی ہے اور دوزخ بھی اسی کے لیے بھڑکائی گئی ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ نے من حیث الانسان چاہے وہ کافر ہوں یا مومن دوسری تمام مخلوق سے افضل بنایا۔ ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ"[16]

کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا "[17]

ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی اور اس کو خشکی اور تری میں سواری عطا کی، اور پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا ،اور اپنی بہت سی مخلوقات پر اس کو فضیلت دی، پوری فضیلت۔

لیکن اس شرف اور فضیلت کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ انسان اس پر اترائے اور جو دل میں ائے کرے، اسلام پر امن اور باعزت زندگی کو ہر انسان کا پیدائشی حق قرار دیتا ہے، اس لیے اللہ نے دنیا کی اس عارضی زندگی اور امتحان گاہ کے لیے اصول وضوابط وضع کیے۔اسلام نے انسان کی عزت وآبرو، مال وجائداد کو محترم قرار دیا۔ قتل ناحق کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا۔ چنانچہ انسانوں کی زندگی کی بقا و سلامتی اور معاشرہ کی حفاظت و صیانت کی خاطر قصاص کا سخت قانون دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا"[18])

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"[19]

اور اے اہل عقل! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے کہ تم (قتل وخونریزی سے) بچو۔

اپنی غلطی تسلیم کرنا:

صرف ذاتِ الٰہی ہی وہ ذات ہے جو ہر عیب و نقص سے پاک ہے۔انسان روح اور نفس کا مرکب ہے اور نفس انسانی کا جھکاو دنیوی لذتوں اور نفسانی خواہشات کی طرف ہے۔ جبکہ روح کی غذا اللہ کی اطاعت ہے۔اب یہ انسان کے عمل پر منحصر ہے کہ وہ نفس کی پرورش پر سارا وقت لگاتا ہے یا روح کو سیراب کرتا ہے، چنانچہ اسی پر کسی انسان کے تقویٰ کے معیار اور مقدار کا تعین ہوتا ہے اور دراصل یہی انسان کا امتحان ہے۔اللہ نے مومنوں کی ایک اعلیٰ صفت بتائی ہے کہ جب ان سے کوئی غلطی یا لغزش سرزد ہو جاتی ہے تو وہ بارگاہ الٰہی میں سربسجود ہوتے ہیں ،اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور آئندہ کے لئے ایسے فعل بد سے توبہ کرتے ہیں۔یہی انبیاء سابقین کی سنت رہی ہے کہ ذرہ سی لغزش پر اپنے پروردگار کے آستانہ پر جھک کر اپنی غلطیوں کا اقرار کرتے اور معافی مانگتے۔قرآن کریم نے بندۂ مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ مومن سے گناہ سرزد نہیں ہوتے، بلکہ فرمایا:

''وَالَّذينَ إِذا فَعَلوا فٰحِشَةً أَو ظَلَموا أَنفُسَهُم ذَكَرُوا اللَّهَ فَاستَغفَروا لِذُنوبِهِم''[20]۔

یعنی مومن جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے اپنی جان پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

علما کرام فرماتے ہیں کہ اگر تو سرزد ہوئی غلطی کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو تین کام کرو: وہ عمل چھوڑ دو، اس پر ندامت اختیار کرو، ائندہ نہ کرنے کا عہد کر لو۔اور اگر اس خطا سے کوئی انسان بھی متاثر ہوا ہے تو اس سے معافی مانگ لو، اس کے نقصان کی تلافی کر لو۔یہی دین اسلام کا مزاج ہے کہ نبی ﷺ کے دور میں جب کسی مسلمان کے ہاتھوں بے خبری میں کوئی غیر مسلم جو اسلام یا مسلمانوں کے خلاف نہ ہوتا مارا جاتا تو قانون کے مطابق اس کی دیت دے دی جاتی۔

خیر خواہی :

اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق بتائے ہیں جن میں سے ایک اپنے مسلمان بھائی کی ایسی خیر خواہی کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرے اس کے لیے بھی وہی پسند کرے۔ خیر خواہی دین اسلام کا امتیازی وصف ہے اس عمل کے کرنے سے معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بن جاتا ہے اور باہمی تعلقات خوشگوار ہو جاتے ہیں۔

ایثار :

جذبہ ایثار اسلامی معاشرے کی روح ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کی بھلائی کی فکر کرتا ہے۔اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے۔ لوگوں کی ضروریات کو مقدم رکھتا ہے دوسروں کو آرام پہنچاتا ہے۔ ایثار کے مختلف مراحل ودرجات ہیں پہلا درجہ ایثار ضروریات کے دائرہ میں ہوتا ہے اس کے بعد آرام وآسائش کا۔انسان مختلف المزاج ہوتے ہیں اگر ہر کوئی اپنے ذوق پر اڑ جائے ترجیح اور ایثار کا معاملہ نہ کرے تو معاشرے کا نظام خراب ہو جاتا ہے۔ جبکہ ایثار سے معاشرہ میں مخلصانہ تعلقات وجود میں آتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں ایثار کی مثالیں ملتی ہیں حضرت ابو طلحہؓ کی مہمان نوازی، انصار کا مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور میدان جہاد میں صحابہ کا ایک دوسرے کو پانی پینے میں ترجیح دینا ایثار کی مثالیں ہیں۔

عدل :

عدل اسلامی معاشرہ کی خصوصیت ہے اسلام نے تاکید کے ساتھ عدل کا حکم دیا کیونکہ باہمی تعلقات کو استوار کرنے، اور صاف وشفاف معاملات کے لئے عدل ضروری ہے۔ اقامت دین سے عدل کا قیام مطلوب ہے۔ جس کا مقصد لوگوں کے درمیان حقوق میں تندرست توازن وتناسب قائم کرنا تاکہ ہر ایک کو اس کا حق منصفانہ طریقہ سے دیا جائے

احسان:

لفظ احسان ''حسن'' سے ہے اس کا مفہوم ہے عمدہ کرنا، خوبصورت کرنا۔ یہ احسان جس عمل کے ساتھ ملایا جاتا ہے یہ اس کے معیار کے درجے میں اضافہ کر دیتا ہے۔اصطلاح میں نیکی کا عمل، اچھا سلوک، مہربانی کا برتاؤ، نیکی، عمل خیر ۔ سب احسان ہے۔ عدل سے کسی کو اس کا پورا پورا حق دینا مراد ہے جب اس کے ساتھ احسان شامل کر دیا جائے تو پھر اس کو اس کے حق سے زیادہ اور بہتر دیا جاتا ہے تو یہ فیاضی بن جاتی ہے جو کہ نبی ﷺ کا وصف تھا۔

عفو :

عفو کے معنی معاف کرنا، در گزر کرنا، چشم پوشی برتنا ہے اس کا تقاضا ہے غصہ کا ضبط کرنا، صبر وتحمل، بردباری وغیرہ جب انسان معاشرہ میں مل جل کر رہتا ہے، تو لوگوں کی جانب سے اس کو تکلیفیں پہنچتی ہیں، کبھی اس کو مالی نقصان ہوتا ہے، کبھی صبر کی آزمائش ہوتی ہے، غرض طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا ہوتا ہے، ایسی صورت میں انسان کو صبر وتحمل کی ضرورت پڑتی ہے، عفو ودر گزر کا معاملہ کرنا ضروری ہوتا ہے اس کی جانب شریعت نے خاص توجہ دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے عفو ودر گزر کے بہت بڑے بڑے واقعات ملتے ہیں جیسے

:آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے ابو سفیان کو معاف کر دیا، اپنے چچا حضرت حمزہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کو شہید کرنے والے غلام وحشی کو معاف کر دیا، حضرت حمزہ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ کا دانتوں سے کلیجہ چبانے والی ہند بنت عتبہ کو معاف کر دیا، یونہی صفوان بن معطل، عمیر بن وہب اور عکرمہ بن ابو جہل کو معاف کر دیا، سراقہ بن مالک کو امان لکھ دی اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں کے ظلم و جفا سے در گزر کر کے معافی کا پروانہ عطا فرمادیا۔

''خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ''(21)

اے حبیب! معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

اعتماد :

اسلامی معاشرے کا حسن پر اعتمادی ہے، جہاں معاملات میں اعتماد کا فقدان ہوتا ہے وہاں لوگ ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور شک بدگمانیوں کو جنم دیتا ہے جس سے معاملات میں کشید گی عام ہو جاتی ہے اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا امن وامان خراب ہو جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات امانت، دیانت، عہدوں کو پورا کرنے اور تحمل و بردباری کا درس دیتے ہیں جس سے اعتماد کی فضا قائم ہوتی ہے اور باہمی تعلقات میں استحکام اتا ہے۔

یہاں ہم اگر اپنے موضوع ''اصلاح معاشرہ میں اتحاد بین المذاہب کا کردار'' پر دوبارہ ایک نظر ڈال کر جائزہ لیں تو اب تک ہم نے اصلاح اور معاشرہ کے مفاہیم سمجھے اور قران اور سیرت نبوی کی روشنی میں اسلامی معاشرے کا ماڈل دیکھا جو نبی ﷺ نے تیئس برس کی انتھک کاوشوں سے ایک فعال عملی معاشرتی ماڈل تیار کر کے دیا تھا۔ اب ہم اگے بڑھ کر جانتے ہیں کہ اس بے مثال ماڈل میں غیر مسلم اقلیتوں یا ذمیوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کیا مقام متعین کیا تھا۔

اسلامی معاشرہ میں اقلیتوں کے حقوق:

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار العمل بنایا ہے۔ اور اپنے بندوں کو ہر دور کی ضرورت اور تقاضوں کے مطابق مکمل ضابطہ حیات عطا کرتے رہے اور اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے اپنے بندوں کو ان کا مقصد حیات اور اخروی کامیابی کی ضرورت اور اہمیت واضح بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کے اللہ نے اپنی کامل شریعت اپنے اخری نبی ﷺ کی طرف نازل فرمائی۔ اور حکم فرمایا کہ اب پوری انسانیت کے لیے قیامت تک یہی شریعت اور یہی قانون ہے۔ اس سے پہلے اللہ نے جتنی الہامی احکام اتاریں ان میں سے اس امت کے لیے بعد میں انے والے نبی یا رسول کے ظہور کی بشارت اور اس پر ایمان لانے کا حکم بھی ہوتا تھا۔ ایسے ہی احکام یہود اور نصاریٰ کو بھی ملے تھے۔ لیکن اخری نبی ﷺ

کے ظہور کے بعد ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے، اکثریت تعصب میں پڑ گئے۔ حالانکہ ان کی کتابوں میں نبی اخر زماں کی واضح نشانیاں درج تھی، جس پر قران میں اللہ پاک نے تبصرہ فرمایا کہ یہ لوگ اپ ﷺ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ مگر پھر بھی یہ لوگ جب اپنی رو گردان پر ڈٹے رہے تو بے نیاز رب تعالیٰ نے اپنی سنت بتلا دی اور ارشاد فرمایا:

''لَآ اِكْرَاهَ فِيْ الدِّيْنِ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔[22]

یعنی کہ دنیا میں اگر کوئی انسان ایمان لائے اور اطاعت اختیار کرلے یا کفر کرے اس پر کوئی زور زبردستی نہیں اور نہ ہی اس سے اللہ اور اس کے دین کو کوئی فرق پڑتا ہے۔ فائدہ اور نقصان انسان کا اپنا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کا مکمل انتظام کر کے دیا تاکہ فیصلے والے دن کے لیے ان پر حجت قائم ہو۔ کیونکہ اللہ سب سے بڑھ کر عدل کرنے والا ہے۔ لیکن اگر کوئی غیر مسلم اسلامی ریاست میں رہتا ہے تو انسانیت کے لحاظ سے وہ اس معاشرے کا فعال فرد ہو گا اور اسے اپنی ذاتی زندگی میں مکمل مذہبی اور ثقافتی ازادی حاصل ہوگی اگر وہ معاشرتی اقدار کے خلاف نہ ہوں، اس کے علاوہ اپنے فیصلے اپنے ہی قانون اور اپنے ہی ججوں کے ذریعے کروائیں۔ لیکن ریاستی قانون سازی میں اسکا عمل دخل نہیں ہوگا۔

اسلامی معاشرہ اس بات کا پابند ہے کہ وہ اقلیتوں سے نیکی، انصاف اور حسن سلوک پر مبنی رویہ اختیار کریں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

''لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ.''[23]

اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ عدل و انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

ان قرانی احکام کے تحت عہد نبوی ﷺ ہی میں مسلمانوں کی طرح دوسرے گروہوں کو خود مختاری مل گئی تھی۔ اسلامی معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتا ہے:

ألاَ مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أو انْتَقَصَهُ أوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أوْ أخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيْبِ نَفْسٍ فَأنَا حَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.[24]

خبردار! جس کسی نے کسی معاہد (اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس کی رضا کے بغیر اس سے کوئی چیز لی تو روزِ قیامت میں اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا۔

"حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الوَاحِدِ، حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا" [25]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جو شخص کسی عہد والے کو قتل کرے گا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پہنچتی ہو گی۔

قرآن و سنت میں اقلیتوں کے حقوق کی تعلیمات، دور نبوی اور خلافت راشدہ میں اقلیتوں کے حقوق کے احترام وتحفظ عملی نمونے اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ مسلم ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کو جو تحفظ حاصل ہے وہ کسی دوسرے معاشرے میں نہیں۔

اب ہم اپنے مضمون کو اگے بڑھاتے ہوئے موجودہ دور کے حوالے سے درپیش مسائل کا طائرانہ جائزہ لیتے ہیں کہ کون کون سے مسائل ہیں جن کی اصلاح سے ہم اپنی کھوئی ہوئی اسلامی ساکھ کو بحال کر سکتے ہیں۔

عصر حاضر میں اسلامی معاشرہ کے قابل اصلاح امور اور ان کے اسباب وتدارک کا تحقیقی جائزہ:

اس مضمون میں ہم نے اب تک مثالی اسلامی معاشرے کے خدوخال پر بحث کی۔ اب ہم اپنے موجودہ معاشرتی نظام کو اصل اسلامی معاشرے کے ائینے میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ہم اپنے معاشرتی چہرے کی بد نمائیوں کی نشاندہی کر سکیں، اور دین فطرت کے نور سے اسے منور کر سکیں۔

اسلام بلاشبہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے قرآن میں جہاں معاشرتی خوبیوں کا ذکر ایا ہے ساتھ ساتھ بطور انتباہ ان برائیوں کا بھی ذکر ہے جن کے اندھیروں میں وہ خوبیاں گم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" [26]

اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پا جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرے کے تین بڑے ستونوں کا ذکر کیا اور ساتھ ہی تین معاشرتی برائیوں یعنی ام السیئات کا ذکر کیا جن سے تمام برائیوں کی جھاڑیاں نکلتی ہیں۔ان کو تین بڑے عنوانات دیئے:

(ا) فحشاء : یعنی بے حیائی کے کام، سب سے بڑی بے حیائی تو یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی ناراضگی کا ڈر نہ ہو،

قران میں اللہ کے صفات علیم اور خبیر کا بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ انسان جب برائی کا ارادہ کرے تو اسے احساس ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے بلکہ وہ تو اس کے دل کے ارادے سے بھی باخبر ہے۔فحاشی کا زیادہ تر تعلق انسان کی ذات سے ہوتا ہے، مگر چونکہ فرد معاشرے کا ہی جز ہے اس لیے فرد کے ذاتی افعال کا اثر معاشرے کے ماحول پر لازمی پڑتا ہے۔ جیسے اگر کوئی فرد لباس میں فحاشی اختیار کرتا ہے تو اس کو دیکھ کر کچھ مزید لوگ بھی اپنے لباس میں جدت لانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں اور یوں معاشرے کا بڑا حصہ ویسا ہی لباس اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بات تجربات سے ثابت ہے کہ کوئی متعدی بیماری تب ہی زیادہ پھیلتی ہے کہ جب شروع میں بیماری کی علامات ظاہر ہوتے ہی اس کی روک تھام کی سعی نہ کی گئی ہو۔ یا اسے بیماری ہی نہ سمجھا گیا ہو، اس میں پہلی صورت کی وجہ کاہلی اور لاپرواہی ہے اور دوسری صورت کی وجہ کم علمی اور جہالت ہے۔ معاشرے کی اس بیماری کا اغاز فحش لباس اور فحش کلام سے شروع ہو کر گمراہی کے ناسور تک پہنچ جاتی ہے۔

(۲) منکرات : جھوٹ، دھوکہ، فریب، رشوت، حرام، کسی مسلمان کی عزت وآبرو سے کھلواڑ، بے جا تہمت طرازی، ناحق دست

درازی، سود، اور زکوۃ کی عدم ادائیگی، ان رزائل کے لیے قران نے منکر کی اصطلاح استعمال کی ہے، یہ وہ رزائل اخلاق ہیں جن سے پوری جماعت کی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ نفع پرستی کی کثرت کی وجہ سے اخلاقیات جیسے: امانت، دیانت، صداقت اور خیر خواہی کے اوصاف دم توڑنے لگتے ہیں۔ان منکرات کی سب سے قبیح صورت سود ہے، جس کے بارے میں قران اور احدیث میں سخت وعیدائی ہے۔اللہ کا ارشاد ہے:

''فانْ لَمْ تَفْعَلُوْا فَأذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللهِ وَرَسُوْله" .[27]

اگر تم سود کا کاروبار نہیں چھوڑو گے تو تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

ایسے ہی احادیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

جب کسی قوم میں سود اور زنا عام ہو جائیں تو وہ اپنے کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا لیتی ہے۔

إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الِاسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ [28]

سود کی سب سے سنگین صورت مسلمان کی عزت کے بارے میں زبان درازی کرنا ہے۔

سود کی قباحت اور نحوست کو ماں کے ساتھ زنا سے بھی بد تر قرار دیا گیا ہے ۔ کیونکہ اگر کسی میں انسانیت کی ذرہ سی بھی رمک باقی ہو تو وہ کسی صورت میں بھی اپنی ماں کے ساتھ زنا کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یعنی سود کھانے والا اخلاقی کینسر کے اخری سٹیج میں ہوتا ہے اور خدا کے غضب و عذاب کا مستحق بن چکا ہوتا ہے۔

سودی نظام سماج میں کینسر کی طرح سرایت کر گیا ہے۔ اور تقریبا ہر فرد بلواسطہ یا بلاواسطہ اس بیماری سے متاثر ہے۔ سود دراصل کسی خاص طبقے کو مالدار سے مالدار بناتا ہے اور باقی سماج کو غربت اور معاشی غلامی سے دوچار کرتا ہے۔ اس لیے اسلامی شریعت میں محنت اور دیانت پر مبنی تجارت کو سراہا گیا ہے۔

(۳) بغی : بَغَيَ (ض)بَغْياً: تجاوز کرنا، زیادتی کرنا، زخم میں پیپ پڑنا، سوجنا، عورت سے زنا کرنا۔[29]

بغی سے مراد ایسا گناہ جس میں ضد اور سرکشی کا عنصر ہو۔ اس میں ہر قسم کی زیادتی اور گناہ شمار ہوگا، جس کا کرنے والا نڈر ہو اور اپنے گناہ پر ڈٹ جانے والا ہو۔ جیسے چوری، قتل، ڈاکہ اور ملک و قوم سے غداری کے کام۔ ہے معاملے میں حد سے تجاوز کرنا اور دوسرے کے حقوق پر دست درازی کرنا یعنی چھیننا، خواہ وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ۔ اس گناہ سے پوری ریاست متاثر ہوتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

"اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا"[30]

یعنی جو کچھ اللہ نے اتارا ہے اس سے انکار کرتے ہیں، ضد کی وجہ سے۔

جب کوئی قوم بحثیت مجموعی ان مذکورہ برائیاں میں پڑ جاتی ہے اور ریاستی اداروں میں سے ان پر گرفت کرنے والا کوئی نہ ہو تو پوری قوم اس فساد کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور سارا معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ قوم کی دینی اور دنیوی ساکھ زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان میں اخلاقی پستی اجاتی ہے اور معاشی ترقی کی راہیں بند ہو جاتی ہیں اور اللہ کی رضا اور رحمت کا دروازہ ان پر اس وقت تک کے لئے بند ہو جاتا ہے جب تک وہ اپنی اصلاح نہ کرلے۔ اس مرض سے شفا حاصل کرنے یعنی اصلاح کے لیے علاج بھی اللہ پاک نے قران میں بتایا ہوا ہے اور یہ اس مرض میں مبتلا ہونے سے بچاو کی تدبیر بھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ عنکبوت کی ایت 45 میں فحاشی اور برائی سے نکلنے یا بچنے کا علاج بتایا کہ اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو اور علاج کا طریقہ بتایا کہ نماز پڑھو، نماز کو اسلام اور کفر کے درمیان فرق سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر جلد شفایابی کے لیے ایک اور دوا تجویز کی سورۃ ہود ایت 114 میں کہ بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، جب کوئی انسان بار بار کسی ایسے انسان کے ساتھ نیکی کرتا ہے جسے اس سے پہلے بہت تکالیف پہنچائی ہوں تو وہ اس کی ان اچھائیوں کی وجہ سے پچھلی باتوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور اللہ بھی اسے بندے کی مغفرت فرماتا ہے۔ اسے ہی سورۃ حم سجدہ کی ایت 34 میں دو مخالف گروہوں کے درمیان تنازعات کو ختم کرنے اور باہمی ہم اہنگی پیدا کرنے

کے لیے شرعی حدود کو ملحوظ رکھ کر نرمی اختیار کرنے کو نیکی سے تعبیر کیا ہے اور اس کا ثمر مخالف گروہ کے دل میں دوستی کا جذبہ پیدا ہونا ہے۔اسے ہی سورۃ سورہ الفرقان کی ایات ۶۳تا۶۸ میں اللہ کے انسان مطلوب کے اوصاف بیان ہوئے ہیں کہ جن کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ جنھیں اللہ نے خطاب ہی "رحمان کے بندے" دیا ہے۔ان کی جاب/ڈیوٹی/ملازمت کی Decriptions بتائی ہے کہ: وہ لوگ زمین پر اکھڑ کر نہیں چلتے یعنی ان کے قول و فعل تکبر سے پاک ہوتے ہیں، بلاوجہ کی بحث اور اعتراضات کرنے والوں کے ساتھ الجھ کر اپنا وقت ذائع نہیں کرتے بلکہ اچھے انداز میں وہاں سے چلے جاتے ہیں، وہ دن بھر اللہ کی رضا کے لیے دنیاوی معاملات کو اللہ کے احکام کے مطابق احسن طریقے انجام دیتے ہیں اور رات میں اللہ کے قرب کے حصول کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔وہ لوگ ہر لمحہ اللہ کی پکڑ اور دوذخ کے ڈر سے اپنے معاملات میں اللہ کی نافرمانی سے محتاط رہتے ہیں اور جہنم میں عارضی ہو یا مستقل ڈالے جانے سے اللہ کی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں (کیونکہ وہ یوم جزا میں حساب لیے جانے پر ایمان رکھتے ہیں)، وہ لوگ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، وہ ناحق قتل نہیں کرتے، اور نابدکاری کرتے ہیں۔اخر میں وارننگ دی کہ جو انسان یہ ڈیوٹیز نہیں کرے گا وہ سزا کا مستحق ہوگا۔اب اس مضمون کے آخری موضوع کی طرف بڑھتے ہیں کہ جس کی اہمیت واضح کرنے کے لیے ہی یہ سارا نقشہ کھینچا گیا ہے اور وہ ہے:

عصر حاضر میں اسلامی معاشرہ کی اصلاح میں بین المذاہب اتحاد کے کردار کا جائزہ

تاریخ گواہ ہے کہ پاکستان اپنے قیام سے لے کر اب تک ہر لمحہ کسی نہ کسی شکل میں بحران کا شکار رہا ہے جس کی وجہ سے ملکی صورتحال پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے رہے ہیں۔ابتداء میں اثاثہ جات کی غیر منصفانہ اور جانبدارانہ تقسیم کے باعث معاشی مسائل بڑھے اور تعمیر و ترقی متاثر ہوئی۔پھر ملک میں آمریت اور جمہوریت کے کھیل نے اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔پھر فرقہ واریت، انتہاءپسندی، دہشت گردی، سیاسی کرسی کے حصول کے مقابلے کی دوڑ، اور مصنوعی مہنگائی نے ملک میں ایسے ڈیرے ڈالے ہیں کہ اس ملک کی معیشت کی کمر توڑ دی، ان سب سے اوپر جاگردارانہ نظام جو اب سیاسی نظام پر بھی قابض ہو چکا ہے۔اس اندرونی خلفشار اور عدم اتحاد کا فائدہ بیرونی سازشی ذہنیتیں اٹھا رہی ہیں جو اس ریاست کے وجود میں آنے ہی کے خلاف تھیں۔اور اب مختلف چالیں چلا کر اسے توڑنے کے درپے ہیں۔ لیکن پاکستان کی اقلیتی جماعتیں یہ بات اچھی طرح سمجھ رہی ہیں۔اسلیئے شرپسندوں کا وقتاً فوقتاً اقلیتی جماعتوں کو نشانہ بنانے پر وہ اپنے حق کے لیے آواز ضرور اٹھاتے ہیں لیکن ملک و قوم کے خلاف نہ بھڑک

کر شر پسندوں کی پلاننگ کو ناکام کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عناصر انھیں اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان جس کا قیام دو قومی نظریے کے تحت عمل میں آیا، جس میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ اسلام کا نمایاں پہلو رہا ہے اور یہ بات سب تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام، جبر کے بجائے امن کی تلقین کرتا ہے اور اسلام کا مطلب ہی سلامتی امن ہے قیام پاکستان سے پہلے اور بعد میں قائداعظم دو قومی نظریہ میں غیر مسلم اقلیت کے تحفظ کو ہمیشہ بیان کرتے تھے اور عملاً اسے آئین پاکستان کا حصہ بنایا گیا۔ اس وقت اسلام بالخصوص پاکستان کو بلاشبہ سب سے بڑا خطرہ دہشت گردی، انتہا پسندی اور فرقہ واریت سے ہے لیکن اس سے بڑھ کر خطرہ ہمارے معاشرے کے مسلمانوں کی کثیر تعداد کی دین اسلام سے دوری اور لاعلمی ہے۔ وہ صرف چند عبادات کو ہی دین سمجھ بیٹھے ہیں، اور ان عبادات کے فروعی مسائل کے آپسی اختلافات پر لڑ مر رہے ہیں۔ دین کے سیاسی، معاشرتی، معاشی اور سماجی نظام کی اصطلاحات کے تو شاید انھوں نے کبھی سنی بھی نہ ہوں۔ ہمارے معاشرے اور ملک کی موجودہ صورتحال کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کی اکثریت کی دین تعلیمات سے دوری اور ناوقفیت ہے، انھیں نہیں معلوم کہ بحثیت مسلمان ان کے دینی فرائض کیا ہیں اور دوسرے انسانوں کے کن کن حقوق کی ادائیگی کے وہ مکلف ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اقلیتی جماعتیں مل کر ان دینی و سماجی جماعتوں کا ساتھ دیں جو پاکستان میں دین اسلام کی تعلیمات کے فروغ اور عملی قانون کو نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ بلکل ویسے ہی جیسے 1931ء میں دوسری گول میز کانفرنس میں تمام اقلیتوں نے سر آغا خان کی قیادت میں ایک معاہدہ طے کیا تھا جو تاریخ پاک و ہند میں "اقلیتوں کا معاہدہ" کہلاتا ہے اس معاہدے کو تحریک آزادی کے دوران اقلیتوں کی مشترکہ عملی جدوجہد بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر 22 دسمبر 1939 میں جب اونچی ذات کے ہندو پالیسیوں کے احتجاج میں قائداعظم کی کال پر کانگریسی وزارتوں میں مسلمان نمائندوں کے مستعفی ہونے پر "یوم نجات" منایا گیا تو کانگریس یہ دیکھ کر حیران ہوگئی کہ "یوم نجات" میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ پارسی، مسیحیوں اور لاکھوں کی تعداد میں شیڈول کاسٹ بھی شریک ہوئے[31]۔ ایک بار پھر اسے ہی اتحاد کی ضرورت ہے۔

قیام پاکستان سے پہلے مسلمان رہنماؤں نے لوگوں کو جس اسلامی ریاست کا خواب دکھایا تھا وہ ہندوستان کی مسلم اور غیر مسلم سب اقلیتوں کے اتحاد سے ایک تاریخ ساز حقیقت بن گیا اور ان مسلمان رہنماؤں نے ثابت کیا کہ اسلام مذہبی رواداری کی محض تلقین ہی نہیں کرتا، بلکہ یہ اسلامی مملکت کے دستور کا لازمی جز ہے۔ پاکستان کے آئین میں تمام غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ مذہبی رواداری کے ساتھ ساتھ انہیں مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی،

ان کے جان و مال، عزت و آبرو اور عقیدہ و مذہب کی۔ لیکن یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ ملک میں یہ اسلامی آئین و قوانین کو نافذ اور فعال ہو جائے، جو کہ شر پسند عناصر اور مخالفین چاہتے ہی نہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر حقیقی فعال اسلامی قانون جاری ہو گیا تو سب سے پہلے ان کی گردنیں ماری جائیں گی۔

خلاصہ بحث :

جب تک انسان کی زندگی میں متعین نصب العین اور کوئی واضح لائحہ عمل نہ ہو ہمیشہ تذبذب اور ذہنی انتشار کا شکار رہے گا۔ اور اس کا کوئی بھی کام منظم اور مکمل نہیں ہو پائے گا۔ اس کی زندگی صرف کھانے پینے اور نفسانی خواہشات کے ہی ارد گرد گھومتی رہے گی۔ لیکن اس کی اس غیر معتدل اور سطحی طرز زندگی کے اثرات بدصرف اس تک محدود نہیں ہونگے بلکہ وہ جس معاشرے کا جز ہے وہ کل بھی اس کے عمل سے لازمی متاثر ہو گا۔ اور رفتہ رفتہ معاشرے کا بڑا حصہ اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا فرد ہو، گروہ، معاشرہ یا ریاست سب کی صحتمندانہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے کسی ایسے نصب العین کا تعین کرنا ضروری ہے جو سلامتی کے ساتھ کامیابی کی منزل تک پہنچا دے۔ بحثیت مسلمان ہمارے پاس اللہ کا عطا کردہ نصب العین قرآن اور کامیاب منزل تک رہنمائی کرنے والے امیر کارواں نبی ﷺ کی سیرت اور سنت موجود ہے۔ دونوں مل کر ایسی کامل مصلح بن جاتی ہے کہ جس پر مسلسل اور مستقل عمل کرنے سے ہر بیماری سے شفا مل جاتی ہے اور پھر کوئی مرض لاحق نہیں ہوتا۔ دنیا اور آخرت کی کامیاب اور محفوظ زندگی کے لیے اللہ کا یہ شافی و کافی نظام زندگی قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ ہر انسان کو آزادی حاصل ہے کہ چاہے تو اللہ اور رسول کی اطاعت اختیار کر کے اس نظام میں داخل ہو کر دنیا کے ساتھ آخرت کے امن کا بھی مستحق ہو جائے، یا چاہیے تو صرف دنیا میں اس نظام کی ذمہ داری میں خود کو سونپ کر اسلامی ریاست کی امان حاصل کر لے۔ اور اس کا فعال جز بن کر مسلمانوں کے ساتھ اتحاد بنا کر رکھے۔ کیونکہ دین اسلام سے بہتر یا اس کے برابر عدل اور مساوات کرنے والا کوئی اور نظام نہیں ہے۔ اور ہمارے معاشرے کی اصلاح کے لیے ریاستی سطح پر اسلامی آئین کا نفاذ لازمی ہے اور اس کے نفاذ کے لیے آواز بلند کرنے اور نفاذ کو ممکن بنانے کے لیے مذہب، قوم، قبیلے، رنگ اور نسل سے بالاتر ہو کر ایک اتحاد بننے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اسلام واحد نظام حیات ہے جو سب کے لیے موزو اور مفید ہے۔

سفارشات :

- پاکستان کے اسلامی ائین کو فعال بنایا جائے۔

- مخلوط مجالس پر پابندی لگائی جائے،اور مخلوط تعلیمی نظام کو صرف ہائر ایجوکیشن کے لیے بحالت مجبوری رکھا جائے
- سستے موبائل اور انٹرنیٹ پیکجز خاص طور سے نائٹ پیکجز پر پابندی لگائی جائے۔
- بازاروں اور تفریح گاہوں میں خواتین کے لیے باپردہ جانالازم کردیا جائے۔
- ریاست نوجوان لڑکے لڑکیوں کی بروقت شادی کے سلسلے میں اقدامات کرے اور شادی کے بعد سسرال کے نارواسلوک کی رک تھام کے لیے قوانین نافذ کرائے۔

حوالہ جات

[1] محمد شاہد ترمذی،NUML, PhD ،اسلام اباد.

[2] ۔امت القادر ہاشمی، University of the Punjab لاہور

[3] ۔محمد اشفاق، تیالوجی ٹیچر، ای ایس ای ڈیپارٹمنٹ، ابیٹ اباد، خیبر پختونخواہ، سہ ماہی تحقیقی مجلہ نور معرفت, جلد:35، شمارہ:4 ، مسلسل شمارہ:7 ،اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۲

[4] ۔مولانا وحید الزماں قاسمی، القاموس الوحید، ادارۃ الاسلامیات: ۲۰۰۱: لاہور، ص۔ل: ۹۳۵

[5] ۔ابن منظور محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور الانصاری الافریقی المصری الخزرجی جمال الدین ابو فضل۔ عرف ابن منظور، لسان العرب، مکتبہ دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۲۹۰ ،

[6] ۔ قاموس الوحید: ع۔ش: ۱۰۸۴

[6] ۔ قاموس الوحید: ع۔ش: ۱۰۸۴

[7] ۔ قاموس الوحید: ع۔ش: ۱۰۸۴

[8] -القرآن:4 :105

[9] -القرآن:5: 44

[10] - ولسن ,اے ہسٹری آف اسلامک لا، لندن،:Aldine Transaction، 2011، ص: 120

[11] -فیز جیرالڈ ,دی ایجبڈ ڈف آف اسلامک ٹورومن,ص: 82 ,ج:68

[12] - گوائے ٹائن ,اسٹڈیز ان اسلامک ہسٹری، ص:۱۲۹

[13] - القرآن:5:37

[14] - القرآن:112: 1

[15] -القرآن:49:۱۳

[16] -القرآن:95 :4

[17] -القرآن:17 :70

[18] -القرآن:5 :32

[19] -القرآن:2 :179

[20] -القرآن:3:135

[21] -القرآن:7: 199

[22] -القرآن: 2 : 256

[23] - القرآن: 60: 8

[24] -أبو داود، السنن، كتاب الخراج، باب في تشعير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات، 3: 108، رقم: 3052

[25] - محمد بن اسماعیل بخاری: صحیح بخاری ,باب: کسی ذمی کافر کو ناحق مار ڈالنا کیسا گناہ ہے؟: 3166 , مترجم : شیخ الحدیث حافظ عبد الستار حماد

[26] - القرآن:16: 90

[27] -القرآن:2: 279

[28] -ابوداؤد،سنن ابی داود: 4876، صححہ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

[29] -مولانا وحید الزماں قاسمی، قاموس الوحید،لاہور:ادارہ اسلامیات:ب۔غ

[30] -القرآن:2: 90

[31] -کاروان نیوز، تبصرے تجزیے، پاکستان میں اقلیتوں کے مسائل،اتوار 09 نومبر 2014

مصادر و مراجع

- قرآن کریم
- حدیث نبوی
- مولانا محمد عاشق الٰہی ,انوار البیان , لاہور :مکتبۃ العلم ۔
- عرفان حسن صدیقی،اسلام کی اخلاقی تعلیمات،لاہور:اسلامک پبلی کیشنز پرائیوٹ لمٹیڈ۔
- ڈاکٹر اسرار احمد،اسلام اور پاکستان،لاہور:مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن،2009۔
- ڈاکٹر اسرار احمد،استحکام پاکستان،لاہور:مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن،1999۔

لغات

1- مولانا وحید الزماں قاسمی، القاموس الوحید، ادارۃ الاسلامیات: 2001: لاہور

2- ابن منظور محمد بن مکرم بن علی بن احمد بن منظور الانصاری الافریقی المصری الخزرجی جمال الدین ابو فضل۔ عرف ابن منظور، لسان

العرب، مکتبہ دار صادر، بیروت، لبنان، ۱۲۹۰ ،

علمی، فکری، اور تحقیقی مقالے

محمد شاہد ترمذی، مکالہ، NUML, PhD، اسلام اباد.

امت القادر ہاشمی، مکالہ University of the Punjab, لاہور

https://thesis.asianindexing.com/thesis.php?ari_id=1676731793743&title=%D8%A7%D8%B5%D9%84%D8%A7%D8%AD%D9%90%20%D9%85%D8%B9%D8%A7%D8%B4%D8%B1%DB%81%20%DA%A9%D8%A7%20%D9%86%D8%A8%D9%88%DB%8C%D8%90%20%D8%B7%D8%B1%DB%8C%D9%82%DB%81%20%DA%A9%D8%A7%D8%B1%3A%20%D8%AA%D8%AD%D9%82%DB%8C%D9%82%DB%8C%20%D8%AC%D8%A7%D8%A6%D8%B2%DB%81&q

محمد اشفاق، تیالوجی ٹیچر، ای ایس ای ڈیپارٹمنٹ، ایبٹ اباد، خیبر پختونخواہ، سہ ماہی تحقیقی مجلہ نور معرفت, جلد: 35،
شمارہ: 4 ، مسلسل شمارہ: 7، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۲

https://www.nooremarfat.com/index.php/Noor-e-marfat/article/view/383/158